

ہمارے اسلاف کی ایک زندہ جاوید یادگار

دارالعلوم دیوبند

- قیام دارالعلوم میں اکابر کے مطمح نظر تین مقاصد
- اور ان کے اثرات
- ہمارے بزرگوں کی جامعیت
- پچاس سال پہلے دارالعلوم کا ماحول
- آج کے ارباب مدارس کے لئے لمحہ فکریہ

ہندوستان میں انگریزوں کی باقاعدہ حکومت ۱۸۵۸ء میں قائم ہوئی، لیکن مظالم اہل یورپ کی داستانیں تقریباً گئی صدی پہلے سے ہندوستان میں پھیل چکی تھیں، یہاں تک کہ کافر فرنگ کو بدترین کافر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "معرفت خدا کے عزوجل برائے کس حرام ست کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند۔ تکلیف از اکابر دین مکتوب ص ۲۶۔"

حضرت مجدد صاحب اس مکتوب میں عارف کی شان بیان فرما رہے ہیں کہ عارف باللہ کو خود اپنے متعلق حسن ظن میں نہیں رکھنا چاہئے کہ یہ بھی ایک طرح کا تکبر اور غرور ہے۔ عارف باللہ کو اپنے متعلق سوہ ظن رکھنا چاہئے، اور نفس امارہ کی شرارت سے ہمیشہ چوکتا رہنا چاہئے۔ انتہا یہ ہے کہ عارف باللہ اگر اپنے متعلق اتنا حسن ظن بھی رکھتا ہے کہ کافر فرنگ سے جو دنیا کا بدترین کافر ہے اپنے آپ کو بہتر جانتا ہے، تو وہ عارف باللہ قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ معرفت اس پر حرام ہے۔ مکتوب گرامی کے منشاء کے دامن میں جو چیز پرشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کافر فرنگ کو بدترین کافر سمجھا جاتا تھا۔ بہر حال مظالم فرنگ کے قصے فرضی نہیں تھے۔ بلکہ حقائق تھے۔ جنہوں نے ذہنوں میں یہ بات

پختہ کر دی تھی

مظالم فرنگ کی ایک مثال | قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ واسکو ڈے گاما کو جو ہندوستان کا راستہ معلوم کرنے کے لئے پرتگال سے روانہ ہوا تھا، ایک عرب ملاح نے ہندوستان پہنچایا۔ واسکو ڈے گاما کا جہاز کالی کٹ کی بندرگاہ پر ٹکرا اٹلا ہوا۔ اس علاقہ کے باشندے عرب تاجروں کی آمد بھی دیکھ چکے تھے۔ جو اپنے ساتھ دیانت داری، سخاوت اور رحم کے وہ جوہر لائے تھے جنہوں نے نہ صرف تاجروں اور دوکان داروں کو بلکہ حکمران راجاؤں کو بھی متاثر کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب تاجروں کو نہ صرف آزادانہ عبادت کرنے کی اجازت تھی بلکہ وہ کھلے بندوں اسلام کی تبلیغ بھی کرتے۔ پھر جو ہندو اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے۔ ان سے نفرت نہیں بلکہ ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔

مگر واسکو ڈے گاما ہندوستان پہنچا تو اس کے پیچھے پیچھے بحری قزاقوں کی فوج سمند میں پھیل گئی جو عاجیوں کے جہازوں کو بھی لوٹتی اور زائرین کے خون ناحق سے سمند کو رنگین کیا کرتی تھی۔ کالی کٹ جس نے اپنی روایتی مہمان نوازی کی بنا پر واسکو ڈے گاما کا فراخ دلی کے ساتھ استقبال کیا تھا۔ چند سال بعد اس نے اپنے سینے پر ایک پرتگیزی قلعہ ابھرا ہوا دیکھا۔ پھر ایک خونخوار مہم اس کو نظر آیا کہ وہی راجہ ”زیورن“ جس نے پرتگیزی مہمان کا استقبال کیا تھا اس کے شاہی محلات نذر آتش ہو رہے ہیں۔ اور اس طرح یہ مغربی مہمان، مشرقی میزبان کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ پرتگیزی زیادہ عرصہ تک کامیاب نہیں رہے کیونکہ ان کے پیچھے پیچھے دولت ہند کی طلب میں فرانسیسی پہنچے، پھر انگریزوں کی آمد شروع ہو گئی جو سب سے زیادہ کامیاب رہے، یہاں تک کہ گوا اور دمن کے محوڑے سے علاقے کے سوا (جس پر پرتگیزی قابض رہے) باقی پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ یورپ کی یہ قومیں اگرچہ مختلف تھیں اور آپس میں ایک دوسرے کی رقیب اور حریف بھی تھیں۔ مگر ہندوستانوں کے حق میں وہ یکسانیت کے ساتھ نہایت سنگدل اور سفاک ثابت ہوئیں۔ ان کے لرزہ نیز مظالم کی داستان بہت طویل بھی ہے اور موضوع سے خارج بھی۔ ہندوستانی اگر حکمرانی کی صلاحیت ختم نہ کر چکے ہوتے تو ہندوستان میں ان وحشی قزاقوں کے لئے حکومت کا کوئی امکان نہ تھا۔

حضرات علماء جن میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز المتوفی ۱۱۷۶ھ کا اہم گرامی برہمچریج ہے، مسلسل کوشش کرتے رہے کہ حکومت کے ذمہ دار اپنی اصلاح کر لیں اور ہندوستان

ایک یادگار

کہ یہ بعد بد نہ دیکھنا پڑے کہ وہ کسی غیر قوم کے غلام بنیں۔ لیکن یہ حکمران اسی راستہ پر تیزی سے قدم بڑھاتے رہے جس کی آخری گھاٹی مکمل تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فَنَدَمْنَا هَاتِدُ مِيرًا (بنی اسرائیل)

علماء کی

جماعت نے اول مسلمانوں کی حکومت یعنی سلطنت مغلیہ کی گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالنے کی کوشش کی اور جب یہ یقین ہو گیا کہ اس دیوار کی ایک ایک اینٹ گل چکی ہے اور شوریہ نے اس کے ایک ایک ریزہ کو شدید مزاج بنا دیا ہے تو انہوں نے آنے والے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔

اس جماعت میں سرفہرست حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسماعیل صاحب شہید کے اسماء گرامی ہیں جنہوں نے ایک جماعت تیار کی تاکہ وہ اس سیلاب کے لئے بند کا کام کر سکے۔ صاحب شہید ۱۸۳۰ء حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے حضرت سید احمد صاحب شہید ۱۸۳۰ء حضرت شاہ صاحب موصوف کے

علماء کی جماعت نے اول مسلمانوں کی حکومت یعنی سلطنت مغلیہ کی گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالنے کی کوشش کی اور جب یہ یقین ہو گیا کہ اس دیوار کی ایک ایک اینٹ گل چکی ہے اور شوریہ نے اس کے ایک ایک ریزہ کو شدید مزاج بنا دیا ہے تو انہوں نے آنے والے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔

مولانا اسماعیل پورے تھے۔ اور

صاحب زاوہ اور جانشین یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلیفہ مجاز تھے، جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے قیادت جہاد کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ ان بزرگوں نے جس ایثار اور شہادت کے ساتھ فریضہ جہاد انجام دیا وہ عبرت آموز ہے۔ مگر قوم کے دوبارہ اقبال کا فیصلہ معمولی اقلیت کی بنا پر نہیں بلکہ قوم کی اکثریت اور اس کے عمومی مزاج کی بنا پر ہوتا کرتا ہے جو اس وقت حکمرانوں کے اختلافات اور خانہ جنگیوں کے باعث اتنا بگڑ چکا

تھا کہ اس کو سود و زیاں کا بھی احساس نہیں رہا تھا۔

سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسماعیل صاحب

شہید اور ان کے مرتبی حضرت شاہ عبدالعزیز آن علمی اور روحانی مرتبی ہیں جنہوں نے دارالعلوم مولانا محمد قاسم صاحب اور ان کے مشیر خاص و رفیق

صاحب گنگوہی کا سلسلہ سند حدیث یہ ہے۔ مولانا محمد قاسم

رشید احمد صاحب رحمہما اللہ من مولانا عبدالغنی المحدث دہلوی عن مولانا الشاہ ولی اللہ المحدث دہلوی۔

یہ بزرگ جس طرح آزادی ملک و ملت کے باب میں اور العزم مجاہدین اور صداقت پسند قائدین تھے وہ

علوم شرعیہ میں بھی اپنے زمانہ کے امام تھے، جن کو نقلی علوم اور روایات کے سلسلے میں پختگی اور تہیّظ حاصل تھا اور اس ملک کے ساتھ وراثت کی بھی پوری پوری قوت عطا ہوئی تھی کہ مسائل فرعیہ کو اصول پر منطبق کرتے ہوئے وہ ان کی حکمت بھی علی وجہ البصیرت بیان کر سکتے تھے۔ جس کا نمونہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی تصانیف (حجۃ اللہ البالغہ البدوالبازغہ ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء التعمیبات اللہیۃ وغیرہ) اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف (تقریر دلیپذیر، تحذیر الناس، آب حیات، قبلہ نما، اور حجۃ الاسلام وغیرہ) ہیں۔

فہم قرآن کی بہترین صلاحیت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث میں کامل مہارت، تفقہ اور احکام شریعت کی حکمت یعنی شریعات کے فلسفی رموز و حکم میں اعلیٰ ترین قابلیت کے ساتھ ان بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی بھی وہ توفیق عطا فرمائی تھی جس کو مافرق العادت کہا جاسکتا ہے۔ ان اعمال کا مطلع نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارکہ ہوتا تھا۔ اور یہ حضرات لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے منشاء اور مقصد کی عملی تصویر تھے۔

تین مقاصد | ان بزرگوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا تو اس کے مطلع نظر مقصد بھی تین تھے۔
۱۔ فہم قرآن اور فہم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تطبیق الفقہ بالحدیث والقرآن کی صلاحیت پیدا کرنا۔

۲۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق پیدا کرنا اور اسی کے راستہ سے تزکیہ نفس کی کوشش اور سعی مسلسل کا شوق دلانا۔

۳۔ اپنی جدوجہد اور عملی کردار سے ثابت کرنا کہ الاسلام بيجلو ولا يعلىٰ علیہ (اسلام بلند ہو کر رہتا ہے، دب کر نہیں رہتا)۔

(اکابر دارالعلوم دیوبند کی سینکڑوں تصانیف جو زیادہ تر اردو میں ہیں۔ ۱، ۲، ۳ کی شاہد ہیں)
ان تینوں مقاصد اور نقطہ ہائے نظر کا مجموعی اثر یہ تھا کہ

۱۔ بدعات سے ان کو نفرت تھی۔

۲۔ اور جس طرح بدعات سے نفرت تھی اسی طرح یدپین اقوام خصوصاً انگریزوں سے جو اس زمانہ میں یورپ کی سب سے زیادہ کامیاب اور با اقتدار قوم تھی اس سے بھی نفرت تھی۔

۳۔ طوک اور طرکیت سے اجتناب (حسب ارشاد من لزم السلطان افستق۔ ہدایہ شریف)
(جو بادشاہ کا حلقہ بگوش ہو گیا وہ فتنہ میں پڑ گیا)۔ ان بزرگوں کا عام مسلک تھا چنانچہ نہ صرف یہ کہ

ان بزرگوں نے مسلمان بادشاہوں کے تقرب کی بھی کوشش نہیں کی بلکہ جو شاہی منصب پیش کئے گئے ان سے بھی گریز کیا۔

اب جب کہ انگریزوں کی حکومت ہو گئی، تو یہ نفرت اور بڑھ گئی، یہاں تک کہ سرکاری ملازمت کو حرام سمجھا جانے لگا۔ اس قطع تعلق اور انگریزوں سے نفرت کا اثر یہ تھا کہ انگریز کی ہر چیز سے حتیٰ کہ انگریزی زبان سے بھی ان کو نفرت رہی، جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس جماعت سے جو مسلمان متعلق تھے ان کا ذہن اور دماغ کبھی بھی مغربیت اور مغربیت کے فلسفہ سے مرعوب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ بعض بزرگوں کا یہ قول ہم تک پہنچا ہے کہ انگریز اور انگریزیت بعنوان دیگر مغرب اور مغربیت سے نفرت جزو ایمان ہے۔

کہ علماء دیوبند کی ایک جماعت تحریکات میں شرکت نیشنل کانگریس اور انگریزیت

ہی مٹی جیسے ان علماء علمبردار اور کانگریس کے حامی تھے یہاں کے علماء کی پہلی کوشش سے ہندوستان میں انقلاب برپا حضرت مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد

سب سے پہلے طالب علم تھے جن سے اس مدرسہ کی ابتدائی تعلیم کی بنیاد پڑی وہ اس جدوجہد کے امام اور قائد تھے کہ اسلامی حکومتوں مثلاً حکومت آل عثمان (ترکی حکومت) اور افغانستان کے غنود پٹھانوں کے تعاون سے ہندوستان میں انقلاب برپا کریں۔

۱۹۱۷ء میں جب ترکی حکومت تقریباً ختم ہو گئی اور انقلاب کا یہ راستہ بند ہو گیا تو پھر ان حضرات کا نصب العین یہ رہا کہ ہندوستان کے دوسرے فرقوں بالخصوص ہندو اکثریت کے تعاون سے انقلاب برپا کریں اور اس مقصد کے لئے ان حضرات نے یہ بھی جائز سمجھا کہ سیاست کی حد تک تحریک آزادی کا بیڑ کسی غیر مسلم کو بنالیں۔ تقریباً پچاس سال پہلے احقر نے دارالعلوم کے جس ماحول میں ہوش سنبھالا۔

انگریز سے نفرت | اس میں شک نہیں

ایسی بھی رہی ہے جس نے آزادی ہند کی کو اچھا نہیں سمجھا۔ یہ حضرات انڈین کے بھی مخالف رہے لیکن انگریز سے نفرت ان کو بھی ایسی کہ مٹی جو حریت کے

کا اثر یہ تھا کہ

یہ رہی کہ اسلامی حکومتوں کے تعاون کریں۔ شیخ الہند مولانا محمد الحسن صاحب جو

صاحب گنگوہی رحمہما اللہ کے ارشد ترین تلمیذ اور روحانی لحاظ سے ان کے خلیفہ اور دارالعلوم دیوبند کے

سب سے پہلے طالب علم تھے جن سے اس مدرسہ کی ابتدائی تعلیم کی بنیاد پڑی وہ اس جدوجہد کے امام

اور قائد تھے کہ اسلامی حکومتوں مثلاً حکومت آل عثمان (ترکی حکومت) اور افغانستان کے غنود پٹھانوں

کے تعاون سے ہندوستان میں انقلاب برپا کریں۔

۱۹۱۷ء میں جب ترکی حکومت تقریباً ختم ہو گئی اور انقلاب کا یہ راستہ بند ہو گیا تو پھر ان حضرات کا

نصب العین یہ رہا کہ ہندوستان کے دوسرے فرقوں بالخصوص ہندو اکثریت کے تعاون سے انقلاب

برپا کریں اور اس مقصد کے لئے ان حضرات نے یہ بھی جائز سمجھا کہ سیاست کی حد تک تحریک آزادی

کا بیڑ کسی غیر مسلم کو بنالیں۔ تقریباً پچاس سال پہلے احقر نے دارالعلوم کے جس ماحول میں ہوش سنبھالا۔

اس کی کیفیت یہ تھی :-

۱۔ دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب (جو اس وقت کے تمام اساتذہ کے استاد تھے) اور ان کے رفقاء ہندوستان سے رخصت ہو کر حجاز پہنچ چکے تھے، ان کے جانے کے بعد انقلاب عظیم برپا ہوا کہ ترکی حکومت حجاز سے ختم ہوئی۔ شریف کی حکومت حجاز میں قائم ہوئی (جو انگریزوں کا آوردہ تسلیم کیا جاتا تھا) جسکو استقلال عرب کا سبز باغ دکھا کر ترکوں سے باغی بنایا گیا تھا۔ حکومت ہند جو برطانیہ کے زیر اقتدار تھی، وہ تحریک آزادی کی بنیاد پر (جو ریشمی رومال کی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی) مولانا محمود الحسن صاحب کو گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ جب تک ترکوں کی حکومت رہی وہ گرفتار نہیں کر سکی۔ مگر سقوط ترکی کے بعد شریف مکہ کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے مولانا موصوف کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ مولانا پر مصر کی ایک عدالت میں مقدمہ چلایا گیا، پھر ان کو جنگی قیدی کی حیثیت سے مالٹا میں نظر بند کر دیا گیا۔ ان کے ارشد ترین تلمیذ مولانا سید حسین احمد صاحب اور ان کے برادر زادے مولانا وحید احمد مرحوم، ان کے علاوہ مولانا حکیم نصرت حسین صاحب مرحوم اور مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ ان کے رفقاء تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ کی گرفتاری کا اثر دارالعلوم نے کسی تحریک کی صورت میں نہیں دیا کہ ایجنٹیشن ہو یا سول نافرمانی کی تحریک۔ شروع ہو جاتی، البتہ جذباتی لحاظ سے یہاں کا ہر ایک استاد اور ہر ایک طالب علم متاثر تھا، جس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ دارالعلوم کا ہر ایک فاضل انگریز اور برطانوی حکومت کا مخالف اور حریت کا دلدادہ تھا۔ جنہوں نے فارغ ہو کر تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ یہ دارالعلوم کے ماحول کی ایک خصوصیت تھی۔

۲۔ دارالعلوم کے ماحول کی دوسری

کو فقہ، حدیث اور تفسیر میں قابلیت

فلسفہ، منطق اور ہیئت وغیرہ کا بھی

شرعیہ کو دلائل فلسفہ سے ثابت

اعتراضات اور فرق باطلہ

۳۔ حضرات اساتذہ

اتباع سنت کا عام جذبہ تھا۔ اس

اجتناب اور سنت مبارکہ رسول اللہ

میں اس طرح رائج تھا جس طرح آج کل کے نوجوانوں میں کوئی فیشن رائج ہو جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ کہا

خصوصیت یہ تھی کہ یہاں کے طلبہ

پیدا کرنے کے ساتھ

شوق تھا۔ تاکہ احکام

کر سکیں اور فلسفی شکوک

کا دفاع کر سکیں۔

۴۔ اصلاح نفس اور تزکیہ باطن اور

کا اثر طلبہ پر بھی تھا۔ چنانچہ بدعتوں سے

صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق دارالعلوم کے طلبہ

پہنچنے بدعتوں سے اجتناب اور سنت مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق دارالعلوم کے طلبہ میں اسی طرح رائج تھا، جس طرح آج کل کے نوجوانوں میں کوئی فیشن رائج ہو جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ کہا کہ اتباع سنت دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا فیشن تھا۔

جاسکتا ہے کہ اتباع سنت دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا فیشن تھا۔

۱۳۲۲ھ میں احقر کو حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے حلقہ درس

میں دورہ حدیث کی شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ اس سال دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد ۸۷ تھی، ان میں ایک تہائی کے قریب ان علاقوں کے طلبہ تھے جو اب پاکستان میں شامل ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ افغانستان، بخارا، تاشقند کے طلبہ تھے۔ ایک صاحب احمدین کے تھے۔ مولانا محمد ابن موسیٰ کا آبائی وطن اگرچہ سلک ضلع سورت تھا، مگر ان کے والد صاحب کا کاروبار جوہانس برگ (ساؤتھ افریقہ) میں تھا۔ چنانچہ فراغت کے بعد یہ افریقہ چلے گئے اور وہیں عظیم الشان خدمات انجام دیں، کچھ طلبہ بڑا، سیلون اور جاوا کے بھی تھے۔ اس سال کے بعد دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد بڑھتی رہی۔ ۱۹۴۷ء میں جب ہندوستان تقسیم ہوا تو دورہ حدیث کے طلبہ کی تعداد تقریباً دو سو تھی اور اس سال ۱۹۶۸ء میں تقریباً تین سو ہے۔

ان فارغ ہونے والے طلبہ میں بہت سے وہ تھے جنہوں نے اپنے اپنے وطن واپس ہو کر وہاں تعلیمی اور دینی ادارے قائم کئے۔ ان اداروں کے بنیادی نظریات بھی یہی ہوتے تھے۔

اس تمام نقشہ کو سامنے رکھا جائے تو نتیجہ صرت یہ نہیں ہے کہ دارالعلوم نے ہزاروں طلبہ کو عالم بنایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہند اور بیرون ہند میں سینکڑوں ادارے قائم کر رہے جو ایک طرف تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں تو دوسری جانب وہ فضا بھی پیدا کر رہے ہیں جس کا تقاضا ہے، احترام شریعت، اتباع سنت، رد بدعت، نیز سیاسی لحاظ سے حریت فکر، آزادی ضمیر اور بالخصوص مغربیت سے بغاوت۔

دارالعلوم دیوبند میں ذریعہ تعلیم اردو رہا۔ غیر اردو علاقوں کے طلباء دارالعلوم کے زمانہ قیام میں اردو سے پوری طرح واقف ہو جاتے تھے۔ آج اگر تاشقند، بخارا، حجاز، جنوبی افریقہ کے مالک نیز سیلون انڈونیشیا، برما وغیرہ میں اردو سمجھنے والے طلباء پائے جاتے ہیں تو اس کا ایک بہت بڑا سبب دارالعلوم دیوبند ہے۔ اس موقع پر منظر اہر العلوم سہارن پور۔ مدرسہ شاہی مراد آباد اور دہلی کے عربی مدارس بھی فراموش نہ ہونے چاہئیں۔ یہاں بھی ہندوستان کے علاوہ بیرون ہند کے طلبہ آتے رہے لیکن ان تمام اداروں میں مرکزیت دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے۔ فزادھا اللہ افادۃً وشرقاً وکرامۃً۔

دیرینہ پیچیدہ، جسمانی، روحانی
امراض کے خاص معالج | جمال شفا خانہ رجسٹرڈ نوشہرہ ضلع پشاور

تبلیغی اور دعوتی جہاد

اگر آپ الحق کی دینی اور علمی افادیت محسوس کرتے ہیں تو اس آوازہ حق کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے میں ہماری مدد فرمائیں۔ آپ کے تعاون ہی سے الحق بہت جلد اپنے بلند معیار تک پہنچ سکتا ہے۔

الحق کا استحکام اور اس کا فروغ تعلیمات کتاب و سنت، کلمہ حق، دینِ قیم اور نوا میں اسلام کافروغے

اگر آپ اس دینی اور تبلیغی جہاد میں براہِ راست شریک ہونا چاہتے ہیں تو آئیے اپنے بھرپور تعاون سے الحق کی سرپرستی کیجئے۔ واجرکم علی اللہ۔

● اپنے حلقہ اثر و سرخ سے الحق کیلئے خریدار بہم پہنچائیے۔

● دینی ورد اور تڑپ رکھنے والے دوستوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں الحق سے روشناس کریئے۔

● اپنی طرف سے نادار طلبہ، دینی اداروں، تعلیمی مراکز، لائبریریوں بالخصوص باطل نظریات سے متاثر

افراد کے نام الحق جاری کرائیے۔ الحق مہینہ بھر کی فکری اور علمی کاوشوں کا مرقع ہوتا ہے۔ آپ

گھر بیٹھے اس تمام تبلیغی محنت میں برابر کے شریک ہوں گے۔

● اگر آپ کے نام الحق جاری ہے۔ اور آپ نے زبرد اشتراک ابھی تک نہیں بھیجا تو جلد ارسال فرمائیے۔

● اگر آپ کسی تجارتی فرم کے مالک ہیں تو خود ورنہ اپنے زیر اثر حضرات سے الحق کیلئے اہتمامات بھیج فرمائیے۔

● اپنے شہر میں کسی موزوں دیانتدار شخص کے ہاں الحق کی ایجنسی قائم کر دئیے۔

● اپنے امدادی عطیات سے الحق کو زیادہ سے زیادہ ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ

ہونے کا موقع دیجئے۔

اس پر فتن و در میں الحق دعوتِ حق کی ایک قندیل استیصال باطل کا ایک محاذ ہے، اس کے فروغ اور

استحکام میں آپ کی کوئی سعی انشاء اللہ رائیگاں نہ ہوگی۔ اور آپ بارگاہِ ایزدی سے اجر و تحسین کے

سستی ہوں گے۔

۔۔۔ ناظم الحق ۔۔۔